© rasailojaraid.com

مولانا محمد حنیف ندوی

ایک آیت

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ (البقرہ ۲۱۹)

(ترجمہ) آپ سے یہ لوگ شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے ان دونوں میں بڑا گناہ اور نقصان ہے۔ ہاں اس میں لوگوں کے لیے کچھ پہلو نفع کے بھی ہیں۔ لیکن ان کی مضرت اور گناہ، نفع سے کہیں زیادہ ہے۔

دنیا کی ہر قوم اپنے ہاں مباحات اور ممنوعات کا ایک نقشہ رکھتی ہے۔ اور اسی نقشہ سے اس کی تہذیبی و ثقافتی قدروں اور پیمانوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگر سوال یہ ہو کہ اسلامی معاشرہ کی بنیادی خصوصیت کیا ہے۔ تو دو لفظوں میں اس کا جواب یہ ہوگا کہ شائستگی اطوار اور حرمت شراب و قمار اس دعویٰ کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شراب اور جوئے کو حرام قرار دینے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہے کہ اسلام جس زندگی کا خواہاں ہے، اور جس اسلوب حیات کو معاشرہ میں جاری و ساری دیکھنے کا متمنی ہے، وہ وہی ہو سکتا ہے جس سے انسان کے عادات و کردار کی سطح بلند ہو، جس میں پاکیزگی اور شائستگی کی پوری طرح جلوہ فرمائی ہو، اور جس سے نہ صرف یہ کہ انسان کے وقار و درجہ میں اضافہ ہو بلکہ اس کی فکری و عملی تگ و تاز کو ایسی پاکیزہ فضا اور ماحول میسر آئے جس سے اس کی نشاط آفرینیوں میں اضافہ ہو۔

کچھ کوتاہ نظر حضرات حلال و حرام کے مسئلہ کو صرف الفاظ و حروف اور نصوص و تعبیرات کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس کا گہرا تعلق پیغام و دعوت کے مزاج اور فطرت سے بھی ہے۔ بغور دیکھیے وہ مذہب جو عمل و حیات کا داعی ہو، جو فرار اور شکست خوردگی کا مخالف ہو، جو شعور و ادراک کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا دعویدار ہو، اور جو یہ چاہتا ہو کہ سرمایۂ دولت کی فراوانیوں کو نفس کے ادنیٰ تقاضوں کی تکمیل کے بجائے بنی نوع انسان [illegible] شراب کو حلال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرار دے سکتا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ لوگ شراب اور جوئے کے کیوں عادی ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کو جانفشانی اور محنت و عمل سے لگاؤ نہیں رہتا۔ یہ مشکلات و مصائب سے گھبرا کر فرار کی راہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ چاہے یہ فرار شراب سے حاصل ہو اور چاہے جوئے سے۔ اور یا پھر سرمایہ و دولت کی ریل پیل انھیں مجبور کر دیتی ہے کہ یہ اعلیٰ انسانی قدروں سے اپنا ناطہ توڑ کر صرف لذائذ نفسانی کے رسیا ہو کر رہ جائیں ظاہر ہے زندگی کے بارے میں اس نقطۂ نگاہ کی اسلام کبھی بھی تائید نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسلام نے شراب اور جوئے کو ممنوع قرار دیا ہے تو اس وجہ سے کہ اس کی دعوت و پیغام اور ترکیب و ساخت کی فطرت و مزاج کا یہ اندرونی تقاضا تھا۔

اسلام کے بارے میں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ ایک کل ہے اور اس کے ہر ہر حکم اور ہر ہر جواز و عدم جواز میں اس کل کی مصلحتوں کا منعکس ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جب بھی ہم کسی جزئی حکم پر غور کریں تو ہمیں چاہیے کہ اس کو اس کل کی روشنی میں جانچ پرکھ لیں۔ اگر کسی جزئی کا اس پیغام اور دعوت کے ساتھ میل نہیں ہے، تو وہ ناجائز، حرام اور غلط ہے اور اگر اس میں اس کل کی خصوصیات اور غرض و غایت کی جھلک پائی جاتی ہے، تو وہ جائز اور مستحسن ہے۔

اس امر کی وضاحت ہم اس بنا پر ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ شراب سے متعلق جب قرآن کے حکیمانہ پیرایہ بیان کو دیکھتے ہیں تو اس میں ان فقہی اصطلاحوں کو نہ پا کر جس سے کسی امر کے عدم جواز اور حرمت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، از راہ سہل انگاری یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ شراب بلاشبہ ایک برائی تو ہے لیکن حرام نہیں، کیونکہ قرآن نے اس کے لیے صراحتاً حرمت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی عمل و فعل کی حرمت کا اثبات صرف کسی پیرایۂ بیان کے ساتھ خاص نہیں۔ اس معاملہ میں کئی امور دیکھنا ہوتے ہیں۔ یعنی بنیادی طور پر یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ خود آنحضرتؐ نے اس سے کیا سمجھا، اور کیا مراد لیا۔؟ اسلامی معاشرہ میں اس کا نفاذ کس حیثیت سے ہوا۔ دور اوّل کے فقہا نے اس کی کیا تعبیر پیش کی۔ اور یہ کہ اسلام نے خیر و شر کے جن پیمانوں کی نشان دہی کی ہے، اور جن اخلاقی و روحانی اقدار کو آگے بڑھانے اور جلا دینے کی ذمہ داری قبول کی ہے، یہ حکم ان کے ساتھ کس حد تک ہم آہنگ رہا؛ خمر اور قمار کی حرمت کے سلسلہ میں ... واضح رہے کہ قرآن و سنت میں خمر اور قمار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا اطلاق ٹھیک ٹھیک کس معنی و مفہوم پر ہوتا ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ خمر و قمار کی حرمت کا تعلق کسی نوعیت کے ساتھ خاص ہے یا اس کا تعلق کس متعین معنی و مفہوم، اور حکمت سے ہے؟ ہمارا موقف یہ ہے کہ اس کا تعلق حکمت و معنی سے ہے۔ کسی نوعیت سے ہرگز نہیں۔ احادیث اور لغت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خمر ہر اس مشروب کو کہتے ہیں جو کسی نہ کسی مقدار میں سکر کا باعث بنے، اور قمار کا اطلاق ہر اس عمل پر ہوتا ہے جس میں حصولِ زر کو محنت و کاوش کی جائز صورتوں کے بجائے بخت و اتفاق کی ساز گاریوں پر مبنی قرار دیا جائے۔

قرآن حکیم کی اس آیت میں فقہ و اجتہاد کی ایک ایسی ہمہ گیر اور علمی بنیاد اور اساس کی نشان دہی کی گئی ہے جس کی روشنی میں ہم ان تمام نئی تبدیلیوں کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں، جو معاشرے میں وقتاً فوقتاً رونما ہوتی رہتی ہیں۔ یہ اساس اور بنیاد یہ اصول ہے کہ کسی بھی ایسے مسئلہ میں جو کتاب و سنت میں صراحتاً مذکور نہ ہو، ہم یہ دیکھیں گے کہ اس میں نفع ہو گا یا ضرر و شر کا پہلو زیادہ نمایاں ہے یا مضرت و گناہ اور معصیت کا۔ تحقیق اور تفحص کے بعد اگر نفع اور خیر کا پلڑا بھاری ثابت ہو، تو ہم یہ سمجھیں گے کہ یہ جائز ہے۔ اور اگر مضرت اور گھاٹے کی مقدار زیادہ ہو، تو سمجھیں گے کہ یہ ناجائز اور غلط ہے۔

شراب کے سلسلہ میں قرآن حکیم نے جس تدریج، تسہیل اور اسلوب و حکمت سے کام لیا، تعلیم و تربیت کے نقطۂ نظر سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک ایسی قوم سے جو صدیوں سے خم و پیمانہ سے یارانہ رکھتی ہو، یہ توقع رکھنا کہ وہ صرف ایک حکم کی منتظر ہے کہ جہاں اس نے یہ حکم سُن لیا، اس سے متاثر ہو کر فوراً شراب پینا چھوڑ دے گی، ایسی توقع تھی جس کا برآنا مشکل تھا۔ قرآن حکیم نے زیر بحث آیت میں پہلے تو ان پر اس عادتِ بد کی مضرتوں کو واضح کیا۔ اور ان کے ذہن و فکر میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کی کہ شراب میں گو کچھ فوائد نظر آتے ہیں، تاہم اس کی مضرتیں ان فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔ گویا قرآن حکیم نے اصلاح کی طرف پہلا قدم یہ اٹھایا کہ فکر و تحقیق کی سطح پر ان کو یقین دلایا کہ شراب خوری اچھی عادت نہیں۔ اس کے بعد سورۂ نساء میں یہ کہا کہ تمہیں نمازوں میں اس حال میں شریک نہیں ہونا چاہیے کہ بدمستی کی وجہ سے تمہاری زبان اور ذہن کے مابین کوئی رابطہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ نماز شعور و ادراک کی [illegible] جہاں ایک بندہ اپنے مولا سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باقاعدہ شرف مکالمہ حاصل کرتا ہے۔ حرمت شراب کی طرف گویا یہ دوسرا قدم تھا، جو اٹھایا گیا۔ اس میں تربیت و تذکیہ کا یہ پہلو مدنظر تھا کہ اگر یہ لوگ نماز کے عادی ہو جاتے ہیں تو شراب خوری کی عادت عملاً اس طرح چھوٹ جاتی ہے کہ جو اوقات شراب خوری کے لیے موزوں ہیں یا جن اوقات میں عرب جاہلیت شراب پینے کے عادی تھے۔ ٹھیک انہی اوقات میں ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر نماز پڑھنا اور عقیدت و عبودیت کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ اور جب فکر و ذہن اور عمل کے اعتبار سے یہ پیش بندی ہو چکی تو آخر میں سورۃ مائدہ میں یہ کہہ کر حرمت شراب کو ایک قطعی حکم کی صورت میں ڈھال دیا کہ یہ سراسر ناپاک اور شیطانی عمل ہے۔ اس سے بچو اور پرہیز کرو۔ اصلاح کا نہایت عمدہ طریقہ ہے۔ اس اسلوب اصلاح میں دراصل قرآن نے اصلاح و تعمیر کے تین مرحلوں کا ذکر کیا ہے، جن کو ہمیں معاشرے میں بھی اور رچی ہوئی برائیوں کا قلع قمع کرنے میں اختیار کرنا چاہیے۔ پہلے مرحلے میں قوم کے فکر و ذہن کو متاثر کرنا چاہیے۔ دوسرے مرحلے میں ایسی احتیاطی اور مثبت تدابیر اختیار کرنا چاہییں جو برائی کو روک دینے میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں۔ اور تیسرے مرحلے میں قانون اور آئین کے ذریعے اس کے انسداد کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان تینوں مراحل سے گزرنے کے معنی یہ نہیں کہ ان کے آزمانے میں زمانی فصل ضروری ہے۔ مختلف حالات میں ان تینوں پر بیک وقت عمل بھی ممکن ہے۔ غرض یہ ہے کہ کسی برائی کے انسداد کے لیے صرف قانون پر ہی بھروسہ نہ کیا جائے۔ بلکہ ان تینوں قسم کی تدابیر سے کام لیا جائے۔

© rasailojaraid.com